تقریر

تقریر بابت قرآن کریم
وقت 5-7 منٹ

"مَنۡطِقَ الطَّیۡرِ"

(تقریر نمبر3)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

وَاِذۡ قَالَ اِبۡرٰہٖمُ رَبِّ اَرِنِیۡ کَیۡفَ تُحۡیِ الۡمَوۡتٰی۔ قَالَ اَوَلَمۡ تُؤۡمِنۡ۔ قَالَ بَلٰی وَلٰکِنۡ لِّیَطۡمَئِنَّ قَلۡبِیۡ۔ قَالَ فَخُذۡ اَرۡبَعَۃً مِّنَ الطَّیۡرِ فَصُرۡہُنَّ اِلَیۡکَ ثُمَّ اجۡعَلۡ عَلٰی کُلِّ جَبَلٍ مِّنۡہُنَّ جُزۡءًا ثُمَّ ادۡعُہُنَّ یَاۡتِیۡنَکَ سَعۡیًا۔ وَاعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰہَ عَزِیۡزٌ حَکِیۡمٌ (البقرۃ:261)

کہ اور کیا تُو نے اس پر بھی غور کیا جب ابراہیمؑ نے کہا کہ اے میرے ربّ! مجھے دکھلا کہ تو مُردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے؟ اس نے کہا کیا تو ایمان نہیں لا چکا؟ اس نے کہا کیوں نہیں؟ مگر اس لئے پوچھا ہے کہ میرا دل مطمئن ہو جائے، اس نے کہا تو چار پرندے پکڑ لے اور انہیں اپنے ساتھ مانوس کر لے۔ پھر ان میں سے ایک ایک کو پہاڑ پر چھوڑ دے پھر انہیں بلا۔ وہ جلدی کرتے ہوئے تیری طرف چلے آئیں گے اور جان لے کہ اللہ غلبہ والا اور بہت حکمت والا ہے۔

کیا عجب تو نے ہر اک ذرّہ میں رکھے ہیں خواص
کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر اُن اسرار کا
تیری قدرت کا کوئی بھی انتہا پاتا نہیں
کس سے کھل سکتا ہے پیچ اس عقدۂ دشوار کا

(درثمین)

معزز سامعین! "مَنۡطِقَ الطَّیۡرِ" پر میری یہ تیسری تقریر ہے جو خلفائے احمدیت کے ارشادات پر مشتمل ہے۔ حضرت خلیفۃُ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"غرض ہر رنگ میں کام کرنے کی ضرورت ہے۔ میں تمہیں ایک طرف تو یہ کہتا ہوں کہ جاؤ نکل کر تمام دنیا میں پھیل جاؤ اور دوسری طرف یہ کہتا ہوں کہ جب تمہیں مرکز سلسلہ سے آواز آئے کہ آجاؤ تو لبیک کہتے ہوئے جمع ہو جاؤ۔ یہ آنا جسمانی طور پر بھی ہو سکتا ہے اور روحانی اخلاقی اور مالی طور پر بھی۔ اللہ تعالیٰ سورۃ بقرہ میں فرماتا ہے۔ اِذۡ قَالَ اِبۡرٰہٖمُ رَبِّ اَرِنِیۡ کَیۡفَ تُحۡیِ الۡمَوۡتٰی ؕ قَالَ اَوَلَمۡ تُؤۡمِنۡ ؕ قَالَ بَلٰی وَلٰکِنۡ لِّیَطۡمَئِنَّ قَلۡبِیۡ ؕ قَالَ فَخُذۡ اَرۡبَعَۃً مِّنَ الطَّیۡرِ فَصُرۡہُنَّ اِلَیۡکَ ثُمَّ اجۡعَلۡ عَلٰی کُلِّ جَبَلٍ مِّنۡہُنَّ جُزۡءًا ثُمَّ ادۡعُہُنَّ یَاۡتِیۡنَکَ سَعۡیًا ؕ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے کہا کہ آپ کے حکم سے میں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ اب بتائیے میری جماعت کس طرح غالب آئے گی۔ چنانچہ انہوں نے کہا۔ رَبِّ اَرِنِیۡ کَیۡفَ تُحۡیِ الۡمَوۡتٰی۔ اے میرے رب! ہم تو دنیا کے مقابلہ میں مردہ ہیں۔ بتائیے آپ کس طرح اِن مُردوں کو زندہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اَوَلَمۡ تُؤۡمِنۡ۔ کیا تمہیں زندہ کرنے پر ایمان نہیں؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا ایمان ہے اور آپ کا وعدہ ہے مگر لِیَطۡمَئِنَّ قَلۡبِیۡ میں یہ چاہتا ہوں کہ اس وعدہ کو اپنی آنکھوں سے پورا ہوتا دیکھوں کیونکہ اطمینان اُسی وقت حاصل ہوتا ہے جب چیز مل جائے۔ ایمان کے معنی چیز کے ملنے پر یقین ہوتا ہے اور اطمینان چیز کے ملنے پر حاصل ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا فَخُذۡ اَرۡبَعَۃً مِّنَ الطَّیۡرِ چار پرندے لو۔ فَصُرۡہُنَّ اِلَیۡکَ اور انہیں اپنے ساتھ سدھا لو ثُمَّ اجۡعَلۡ عَلٰی کُلِّ جَبَلٍ مِّنۡہُنَّ جُزۡءًا۔ پھر انہیں چار پہاڑوں پر رکھ دو ثُمَّ ادۡعُہُنَّ یَاۡتِیۡنَکَ سَعۡیًا۔ پھر انہیں بلاؤ وہ تمہارے پاس دوڑتے ہوئے آئیں گے۔ اس طرح یہ بتایا کہ اپنی جماعت میں اخلاص اور تقویٰ پیدا کرو اور انہیں کہو کہ دنیا میں چاروں طرف نکل جائیں مگر یہ سمجھا دو کہ جب تمہیں آواز آئے تو جمع ہو جاؤ۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی یہ الہام ہوا ہے۔ پس اس مضمون نے آپ کی جماعت کے بارہ میں بھی پورا ہونا ہے۔ مومن کو کلام الٰہی میں پرندہ کہا گیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلاۃ والسلام کا

نام چونکہ ابراہیم رکھا گیا ہے اس لئے آپ سب لوگ ان کے پرندے ہوئے۔ پس اے ابراہیم ثانی کے پرندو! اگر احیاء چاہتے ہو تو دنیا میں پھیل جاؤ مگر اس طرح نہیں کہ اپنے اصل گھر کو بھول جاؤ۔ تمہارا اصل گھر قادیان ہی ہے خواہ تم کہیں رہتے ہو اسے یاد رکھو۔ جب تمہیں ابراہیمی آواز آئے قادیان سے خدا کا نمائندہ میں یا کوئی اور جب کہے کہ اے احمدیو! خدا کے دین کو تمہاری اس وقت ضرورت ہے تم جہاں جہاں ہو مرکز میں حاضر ہو جاؤ۔ اگر مال کی ضرورت ہو تو مال حاضر کرو اگر جان کی ضرورت ہو تو جان پیش کر دو اور چاروں طرف سے وہی نظارہ نظر آئے جو حج کے موقع پر ہر طرف سے لبیک اللھم لبیک کہنے والوں کا نظر آتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا تھا کہ تمہاری نسل چاروں طرف پھیل جائے گی اور جب تم ان کو بلاؤ گے تو دوڑے آئیں گے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے متعلق ہونا چاہئے کہ چاروں طرف سے لبیک کہنے والے دوڑے آئیں۔ اس نظارہ ہی کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام اس شعر میں اشارہ فرماتے ہیں کہ

زمینِ قادیاں اب محترم ہے
ہجوم خلق سے ارضِ حرم ہے

واپس جاؤ اور دنیا میں پھیل جاؤ کہ کامیابی کا ذریعہ یہی ہے اور جب آواز پہنچے تو یوں جمع ہو جاؤ جس طرح پرندے اڑ کر جمع ہو جاتے ہیں۔ پھر خواہ کتنی بڑی کوئی فرعونی طاقت تمہارے مٹانے کیلئے کھڑی ہو جائے اُسے معلوم ہو جائے گا کہ احمدیت کو مٹانا آسان نہیں ہے۔ یہ وہ چیز ہے جس کی میں آپ لوگوں سے امید کرتا ہوں۔ کیونکہ آپ وہ لوگ ہیں جن میں خدا تعالیٰ نے حقیقی ایمان پیدا کیا اور جو مقدس گھر کے گرد گھومنے والے پرندے ہیں۔ میں نے خدا تعالیٰ کی باتیں آپ کو پہنچا دیں، جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا اور جو کچھ بتانا تھا بتا دیا اب یہ تمہارا کام ہے کہ لبیك اللھم لبیك کہتے ہوئے کھڑے ہو جاؤ۔"

(انوار العلوم جلد 13 صفحہ 410-412)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ ابراہیمی سنت پر چلو کی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔

"حضرت ابراہیم کی سنت کو یاد رکھو۔ جب خدا تعالیٰ نے انہیں بتایا کہ میں مُردوں کو زندہ کرتا ہوں۔ ادھر بادشاہ سے اس مضمون پر مقابلہ بھی کرا دیا اور زندہ کرنے کی مثال بھی دے دی جب انہیں خدا سے مکالمہ نصیب ہوا تو چونکہ دُور اندیش اور عقلمند انسان تھے سب کچھ سن کر کہا۔ یہ تو سب ٹھیک ہے لیکن مجھے کس طرح اطمینان ہو؟ گویا مطلب یہ کہ مجھے زندہ کیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اچھا تمہیں زندہ کریں گے اور مثال کے ذریعہ بتایا کہ تمہاری قوم چار دفعہ اُٹھے گی۔ ایک دفعہ حضرت موسیٰؑ کے ذریعے دوسری دفعہ حضرت مسیحؑ کے ذریعے تیسری دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اور چوتھی دفعہ حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعے۔ یہ ان کا کمال تھا کہ موقع تاڑ کر خدا تعالیٰ سے اپنی قوم کے لئے یہ وعدہ لے لیا۔ جونہی انہوں نے دیکھا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم اس طرح قوموں کو زندہ کرتے ہیں اور جاؤ کر بادشاہ سے اس کے متعلق بحث کرو۔ تو وہ بحث کرنے چلے گئے اور آ کر کہا بحث تو میں کر آیا ہوں مگر مجھے اس سے کیا فائدہ؟ مجھے تو میری قوم کے زندہ کرنے کا وعدہ دیں تب بات ہے۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ اچھا تہاری قوم کو بھی زندہ کریں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا حضرت ابراہیمؑ کی نسل سے حضرت موسیٰؑ ہوئے جن کے ذریعہ ان کی قوم زندہ ہوئی۔ پھر حضرت عیسیٰؑ ہوئے ان کے ذریعہ قوم زندہ ہوئی۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے انہوں نے قوم زندہ کی اور پھر حضرت مسیح موعودؑ ہوئے ان کے ذریعہ قوم زندہ کی گئی۔ یہ چار دفعہ ان کی قوم سے زندہ پرندے اڑے اور اُڑ کر خدا تعالیٰ کی طرف گئے۔ تو حضرت مسیح موعود کے ذریعہ زندہ پرندے پیدا ہوئے۔ جو تقویٰ اور طہارت کے پروں سے اڑ کر خدا تعالیٰ تک پہنچنے والے ہیں۔ مگر دوسروں کے فائدہ سے تمہیں کیا۔ بے شک مومن کا دل چاہتا ہے کہ دوسرے بھی فائدہ اُٹھائیں۔ مگر اس کا دل یہ بھی تو چاہتا ہے کہ وہ خود بھی فائدہ اُٹھائیں۔ بیشک ہماری جماعت میں بعض لوگ متقی اور پرہیز گار ہیں مگر ان کی وجہ سے تمہیں کسی طرح تسلی ہو سکتی ہے؟ اگر تم متقی اور پرہیز گار نہیں ہو؟ دیکھو حضرت ابراہیمؑ کو باوجود نبوت کے تسلی نہ تھی اور وہ چاہتے تھے کہ جو کچھ ملے لے لیں۔ اور موقع پا کر انہوں نے جو کچھ مل سکتا تھا لے بھی لیا۔ مگر تم اگر متقی بھی نہیں ہو تو تمہیں کیونکر تسلی ہو جاتی ہے؟ اور تم کیوں آئندہ کے لئے کوئی کوشش نہیں کرتے؟ پس تم ابراہیمی سنت پر چلو اور کبھی تسلی نہ پاؤ بلکہ خدا تعالیٰ سے مانگتے ہی رہو اور اس وقت تک لیتے ہی رہو جب تک کہ تمہیں ملتا رہے پس تم وہ رستے تلاش کرو کہ اوپر ہی اوپر اڑتے رہو۔ خدا تعالیٰ نے تمہارا نام پرندہ رکھا ہے پھر تم پرندے ہو کر غاروں میں کیوں گھسو؟ حضرت ابراہیمؑ کو خدا تعالیٰ نے یہ نہیں کہا تھا کہ اُلو پالو بلکہ یہ کہا تھا کہ پاک اور روشنی کو پسند کرنے والے پرندے پالو۔ اور انہوں نے ایسے ہی پرندوں کو پالا تھا پھر تم کیوں اندھیرے کو پسند کرو؟ پس تم اپنی حالتوں پر مطمئن نہ ہو جاؤ بلکہ کوشش کرو کہ خدا تعالیٰ ہر روز تمہاری حالت کو اور بلند کرے۔ قرآن کریم نے اس ترقی کے لئے دو رستے بتائے ہیں۔

مؤمن کے دو کام

قرآن نے مومن کا یہی کام مقرر نہیں فرمایا کہ وہ آپ اڑے بلکہ یہ کام مقرر کیا ہے کہ وہ آپ بھی اڑے اور دوسروں کو بھی اڑائے۔ قرآن نے تمہیں چڑیا اور طوطے کی طرح نہیں بنایا بلکہ ایروپلین بنایا ہے تا کہ آپ بھی اڑو اور دوسروں کو بھی اڑاؤ۔ تمام قرآن کریم سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ غرض قرآن نے مومن کے دو کام بتائے ہیں کہ وہ خود بھی پرندہ بن جائے یعنی خود متقی اور پرہیز گار بن جائے اور دوسروں کو بھی بنائے۔ لوگوں کو کھینچ کر اوپر لے آئے اور خدا سے ملائے اور یہ لازمی نتیجہ ہے پہلی بات کا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ پر وہی عاشق ہو گا جسے یقین ہو گا کہ خدا تعالیٰ میں تمام خوبیاں ہیں اور ہم دیکھتے ہیں یہ قدرتی بات ہے کہ جن کو کسی چیز میں خوبیاں معلوم ہوتی ہیں وہ دوسروں کو وہ خوبیاں دکھاتے ہیں، کوئی تو بدنیتی سے کہ ان کو دوسروں پر فخر حاصل ہو۔ اور کوئی نیک نیتی سے کہ دوسروں کو بھی فائدہ پہنچے۔ دیکھو قرآن کریم ادھر تو یہ کہتا ہے کہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُبۡطِلُوۡا صَدَقٰتِکُمۡ بِالۡمَنِّ وَالۡاَذٰی ۙ کَالَّذِیۡ یُنۡفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ (البقرۃ:265) ان لوگوں کی طرح نہ بنو جو ریاء کے طور پر مال خرچ کرتے ہیں۔ مگر ادھر کہتا ہے وَاَمَّا بِنِعۡمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثۡ (والضحیٰ:13) کہ لوگوں کو بتا بتا کر خدا کی نعمتوں سے آگاہ کرو۔ یہ ریاء نہیں ہے بلکہ اس لئے ہے کہ لوگ بھی ان کو دیکھ کر ان کے حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ غرض ہر قسم کا اظہار ریاء نہیں ہوتا بعض حالات میں ایک بات کا اظہار ریاء ہو جاتا ہے مگر دوسرے حالات میں اس امر کا اظہار ریاء نہیں ہوتا مثلاً اگر ایک شخص اچھے اچھے کپڑے اس لئے پہن کر لوگوں میں جاتا ہے کہ وہ اسے بڑا مالدار سمجھیں تو یہ ریا ہے لیکن اگر وہی شخص عید کے دن یا جمعہ کے دن عمدہ باس پہن کر نکلے تا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل ہو۔ یا مثلاً اگر کہیں بخار پھیلا ہو اور کسی کے پاس کونین ہو اور وہ لوگوں کو بتائے کہ میرے پاس کونین ہے تو یہ ریاء نہیں ہو گا۔ اور کوئی نہیں کہے گا کہ یہ اپنی عقلمندی جتا رہا ہے کہ میں نے پہلے سے ہی کونین رکھی ہوئی تھی۔ کیونکہ اس کا اس امر کو ظاہر کرنا ضروری ہو گا تا کہ لوگوں کو ریا فائدہ پہنچے۔ تو مؤمن کا فرض اپنا ہی کام کرنا نہیں بلکہ دوسروں کا بھی کرنا ہے۔ اب میں آپ لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ آپ نے ان دونوں اقسام کی نیکیوں میں سے کتنا حصہ لیا ہے؟

(انوار العلوم جلد 5 صفحہ 426-428)

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

”لیکن ایک شخص جسے مثلاً اللہ تعالیٰ نے ترقی کرنے کی سو اکائیاں عطا کی ہوں مگر وہ اپنے نکمے پن کی وجہ سے ان میں سے پچاس کو ضائع کر دے تو وہ اس سیب کی طرح ہے جس کا آدھا حصہ گلا سڑا ہوا ہوتا ہے یا اس کی حالت اس آم کی سی ہے جس کی ایک طرف کیڑا لگ جاتا ہے اور دوسری طرف سے قابلِ استعمال بھی ہوتا ہے یا ایک ایسی سیڑھی کی طرح ہے جو درمیان میں سے ٹوٹ گئی ہو یا اس کی مثال ایسے پرندے کی ہے جس کے اڑن پروں (پرندوں کے جو پر ہوتے ہیں ان کے بعض حصے پرندے کو اڑنے میں مدد دیتے ہیں اور بعض اس کے Balance (توازن) کو قائم رکھنے میں مدد دیتے ہیں) میں سے دو چار پر گر گئے ہوں اور وہ اتنی پرواز کے قابل نہ رہا ہو جتنی پرواز کی طاقت اللہ تعالیٰ نے اسے عطا کر رکھی ہے۔ ہم نے بعض دفعہ شکار کرتے ہوئے دیکھا ہے کہ اگر کسی مرغابی کے پر کا اگلا حصہ معمولی سا بھی زخمی ہو جائے تو وہ اپنی ڈار کے ساتھ اُڑ نہیں سکتی۔ غرض جو چیز اپنی ڈار کے ساتھ اڑ نہیں سکتی اس کے متعلق آپ سمجھ سکتے ہیں کہ پھر وہ منافقوں کی ڈار کے ساتھ مل جاتی ہے۔ منافق کے اندر بھی پہلے تھوڑی سی کمزوری پیدا ہوتی ہے پھر گلے شکوے پیدا ہوتے ہیں جس کی ذمہ داری دراصل خود اس پر عائد ہوتی ہے پھر وہ ایسی تکلیف محسوس کرتا ہے جو درحقیقت کسی اور کی پیدا کردہ نہیں ہوتی۔“

(خطبات ناصر جلد 2 صفحہ 752)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

”حضرت مصلح موعودؓ کی تفسیر پڑھنے کے بعد یوں معلوم ہوتا ہے جس طرح باز اپنے آقا کے اشارے پر ان پرندوں کی پیروی کیلئے جھپٹتا ہے اس طرح مصلح موعودؓ نے ہر اشارے کی پیروی کی اور اس روحانی پرندے کو ہمارے لئے، ہماری دنیا کے مائدے کے لئے، دنیا کے دستر خوان کے لئے لا حاضر کیا۔ آج جو ساری دنیا اس دستر خوان سے کھانا کھا رہی ہے، قرآن کریم کے رزق سے لطف اٹھا رہی ہے یہ وہ اشارے ہیں جن کے پس منظر میں وہ اشارے ہیں اور کہا کہ نہ صرف یہ کہ ہر آیت کا دوسری آیت سے تعلق ہے بلکہ ہر سورۃ کا اپنی آئندہ آنے والی سورۃ کے ساتھ تعلق ہے۔ ایک سورۃ کا آخر دوسری سورۃ کے شروع سے تعلق رکھتا ہے پھر وہ مضمون چلتا چلا جاتا ہے پھر اس سورۃ کے ختم ہونے کے بعد اس کا اگلی سورۃ سے تعلق پیدا ہو جاتا ہے اور تفسیر کبیر میں اس کو عقلی دلائل کے ساتھ، واضح دلائل کے ساتھ ثابت فرمایا ہے۔“

(خطابات طاہر (قبل از خلافت) صفحہ 184)

حضرت خلیفۃُ المسیح الرابع رحمہ اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

”ایسی سوسائٹی میں کوئی Generation Gap پیدا نہیں ہو سکتا کیونکہ Generation Gap ایک بہت خطرناک اصطلاح ہے اور آج کی ترقی یافتہ دنیا کی ایجاد ہے ورنہ قدیم سوسائیٹیوں میں آج تک Generation Gap کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوا۔ یہ ایک تعلیم اور ترقی کی نشانی نہیں ہے بلکہ قرآن کریم نے جو حکمت بیان فرمائی ہے اس کو نظر انداز کرنے کے نتیجے میں یہ بیماری پیدا ہوتی ہے کہ ایک Generation اپنی چھوٹی Generation کے ساتھ محبت کا تعلق چھوڑ دیتی ہے اور تربیت سے غافل ہو جاتی ہے تو وہ نسل جب بڑی ہوتی ہے اپنی پہلی نسل سے بہت دور ہٹ چکی ہوتی ہے ان کے درمیان فاصلے پیدا ہو جاتے ہیں اور وہ فاصلے پھر نسلاً بعد نسل بڑھتے چلے جاتے ہیں بجائے اس کے کہ وہ کم ہونے لگیں۔ اس لئے یہ دعا جو سکھائی گئی اس کا پس منظر بھی خوب کھول کر بیان فرما دیا گیا اور اس کا جو بیچ کا حصّہ ہے وہ ہے وَاخۡفِضۡ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحۡمَةِ (بنی اسرائیل:25) کہ اے بچو! تم اپنے والدین کے لئے اس طرح نرمی کے پَر پھیلا دو جیسے پرندے اپنے چوزوں کے اوپر اپنے چھوٹے بچوں کو اپنے پَروں میں ڈھانپ لیتے ہیں۔ یہاں پَر کا استعمال اس لئے کیا گیا تا کہ پرندوں کا اپنے بچوں کے ساتھ سلوک ایک تصویر کی صورت میں ہماری نظروں کے سامنے ابھر آئے اور فرمایا کہ اس طرح اپنے والدین کے ساتھ پیار اور محبت کا سلوک کرو جس طرح پرندے اپنے بچوں کو پالتے ہیں، ان کی نگہداشت کرتے ہیں جو کلیۃً ان کے محتاج ہوتے ہیں۔ یہاں دراصل انسانوں سے ہٹ کر پرندوں کی مثال دی گئی ہے۔ جناح کا لفظ محاورہ ہے ضروری نہیں کہ پَر کے لئے استعمال ہو۔ ایک صفت کے بیان کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ لیکن کیوں استعمال ہوتا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے پرندوں کی طرف ذہن منتقل ہو جاتا ہے کیونکہ پرندوں کے پَر ہوتے ہیں اور پرندے اپنے بچوں کی بعض دفعہ اس طرح لمبے عرصے تک تربیت کرتے ہیں کہ نہ وہ بچے دیکھ سکتے ہیں نہ سن سکتے ہیں، نہ کھا سکتے ہیں۔ ان کی چونچوں کو ٹھونگے مار مار کے وہ خوراک کے لئے کھلواتے ہیں اور جب تک وہ اس لائق نہیں ہو جاتے کہ خود آزاد زندگی بسر کر سکیں۔ اس وقت تک پرندوں کے والدین مسلسل محنت کرتے چلے جاتے ہیں۔ پھر اس میں ایک اور بھی حکمت ہے کہ دونوں پرندے اپنے بچوں کے لئے محنت کرتے ہیں اور صرف ماں پر نہیں چھوڑا جاتا اور قرآن کریم نے جو ہمیں دعا سکھائی اس میں بھی اس مضمون کو کھول دیا گیا ہے۔ آج کل کے جدید معاشروں میں ایک یہ بھی خرابی ہے اور ہمارے قدیم معاشروں میں بھی یہ خرابی ہے بلکہ بعض صورتوں میں تیسری دنیا کے ممالک میں یہ خرابی ترقی یافتہ ممالک سے بہت زیادہ پائی جاتی ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ماں کا کام ہے تربیت کرے اور والد اس میں دخل نہیں دیتے۔ والد ساتھ مل کر محنت نہیں کرتے اور ماں پر چھوڑ دیتے ہیں کہ جس طرح چاہے ان کو پالے، ان کا خیال رکھے نہ رکھے والد تو صرف کمانے میں مصروف رہتے ہیں اور سمجھتے ہیں ہم نے تو اپنا فرض ادا کر دیا۔ قرآن کریم نے جو دعا سکھائی اس میں یہ بتایا رَبِّ ارۡحَمۡهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيۡ صَغِيۡرًا کہ اے میرے اللہ! ان دونوں پر اس طرح رحم فرما جس طرح ان دونوں نے رحم کے ساتھ میری تربیت کی۔ یعنی ماں اور باپ دونوں اولاد کے لئے محنت کرنے میں برابر کے شریک ہونے چاہئیں اور دونوں کو اپنی ذمہ داریاں ادا کرنی چاہئیں مگر ذمہ داریاں سمجھتے ہوئے نہیں بلکہ رحم کے نتیجے میں اور شفقت کے نتیجے میں پس اس دعا کو اب دوبارہ وَاخۡفِضۡ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحۡمَةِ کے ساتھ ملا کر پڑھیں تو آپ کو سمجھ آ جائے گی کہ وہاں پرندوں کی ہی مثال دی گئی ہے کیونکہ جانوروں کی دنیا میں سب سے زیادہ مل کر اولاد کی خدمت کرنے میں پرندے ہیں۔ ان کے مقابل پر کسی اور جانور کی کوئی مثال نہیں دی جا سکتی۔ جس طرح پرندے دونوں مسلسل محنت کرتے ہیں اپنی اولاد کے لئے اس طرح دوسرے جانوروں میں اتنی مکمل مشترکہ محنت کی مثال نہیں ملتی۔ گھونسلہ بنانے میں بھی وہ اسی طرح محنت کر رہے ہوتے ہیں، خوراک مہیا کرنے میں بھی اسی طرح محنت کر رہے ہوتے ہیں بلکہ بسا اوقات آدھا وقت Male یعنی نر پرندہ بیٹھتا ہے اور آدھا وقت انڈوں پر مادہ پرندہ بیٹھتی ہے اور پھر جہاں تک خوراک مہیا کرنے کا تعلق ہے اس میں بھی دونوں محنت کرتے ہیں مگر نر پرندے کو بعض دفعہ زیادہ محنت کرنی پڑتی ہے خوراک مہیا کرنے میں۔“

(خطبات طاہر جلد 10 صفحہ 380-380)

حضرت خلیفۃُ المسیح الرابع رحمہ اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

”پس جو تعلق تبلیغ کی نیت سے رکھا جاتا ہے۔ اس میں ضروری ہے کہ انسان اس بات پر نظر رکھے کہ جس سے تعلق رکھا جا رہا ہے وہ وقت کو ضائع تو نہیں کر رہا وہ قریب آ رہا ہے یا نہیں آ رہا۔ اگر ایک شخص اپنی جگہ پر ٹکا ہے اور انسان اس کے ساتھ عمر گنوا دے تو اس کی عمر ضائع جائے گی صرف اس کی نہیں بلکہ اَور بھی بہت سے لوگوں کی عمریں ضائع جا رہی ہیں جن کی طرف وہ توجہ دے سکتا تھا۔ پس جب ایک شکاری کا وقت ضائع جاتا ہے تو بہت سے نقصانات اس کو پہنچ رہے ہوتے ہیں ایسے شکار کے پیچھے لگا رہتا ہے جس کو چھوڑ کر دوسرا شکار اس کے ہاتھ آ سکتا تھا مگر یہ روحانی شکار ہے۔ دنیا کے شکار میں تو یہ ہوتا ہے کہ اگر ایک شکاری ایک شکار کے ساتھ لگ جائے تو باقی

پرندوں کے لئے غنیمت ہے ان کی قسمت جاگ گئی کہ ایک بے وقوف شکاری غلط سمت میں چلا گیا لیکن وہ روحانی پرندے جو ابراہیمؑ کے پرندے ہیں وہ تو زندہ کرنے کے لئے مارے جاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے جب خدا سے شکار کا طریقہ سیکھا تھا تو یہی پوچھا تھا کہ مردوں کو کیسے زندہ کیا جاتا ہے؟ پس مؤمن کا شکار اگرچہ باتیں شکار کی ہی ہوں بالکل برعکس نتیجہ کے لئے کیا جاتا ہے۔ دنیا کا عام شکاری مارنے کے لئے شکار کرتا ہے اور مؤمن زندہ کرنے کے لئے شکار کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی یہی صفت بیان فرمائی گئی کہ جب بھی اللہ اور اس کے رسول تمہیں بلائیں یُحۡیِیۡکُمۡ (الانفال:25) تاکہ وہ تمہیں زندہ کریں تو اِسۡتَجِیۡبُوۡا (الانفال:25) اس وقت ان کی آواز پر لبیک کہا کرو۔"

(خطبات طاہر جلد 11 صفحہ 343)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"وَاِذۡ قَالَ اِبۡرٰہٖمُ رَبِّ اَرِنِیۡ کَیۡفَ تُحۡیِ الۡمَوۡتٰی ؕ قَالَ اَوَلَمۡ تُؤۡمِنۡ ؕ قَالَ بَلٰی وَلٰکِنۡ لِّیَطۡمَئِنَّ قَلۡبِیۡ ؕ قَالَ فَخُذۡ اَرۡبَعَۃً مِّنَ الطَّیۡرِ فَصُرۡہُنَّ اِلَیۡکَ ثُمَّ اجۡعَلۡ عَلٰی کُلِّ جَبَلٍ مِّنۡہُنَّ جُزۡءًا ثُمَّ ادۡعُہُنَّ یَاۡتِیۡنَکَ سَعۡیًا ؕ وَاعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰہَ عَزِیۡزٌ حَکِیۡمٌ (البقرۃ:261) کہ اور کیا تُو نے اس پر بھی غور کیا جب ابراہیمؑ نے کہا کہ اے میرے ربّ! مجھے دکھلا کہ تو مُردوں کو کیسے زندہ کرتا ہے؟ اس نے کہا کیا تو ایمان نہیں لا چکا؟ اس نے کہا کیوں نہیں؟ مگر اس لئے پوچھا ہے کہ میرا دل مطمئن ہو جائے، اس نے کہا تو چار پرندے پکڑ لے اور انہیں اپنے ساتھ مانوس کر لے۔ پھر ان میں سے ایک ایک کو پہاڑ پر چھوڑ دے پھر انہیں بلا۔ وہ جلدی کرتے ہوئے تیری طرف چلے آئیں گے اور جان لے کہ اللہ غلبہ والا اور بہت حکمت والا ہے۔

ابن عباسؓ کہتے ہیں یہاں صرف حَکِیۡم کے معنی استعمال کئے ہیں کہ اپنے تمام افعال میں حکمت بالغہ سے کام لینے والا، اس کے افعال کی بنا روز مرہ کے اسباب پر نہیں کیونکہ وہ خارق عادت نشان دکھانے سے عاجز نہیں بلکہ اس کے جملہ افعال اپنے اندر بے شمار حکمتیں اور مصلحتیں لئے ہوئے ہیں۔ نشانات اللہ تعالیٰ دکھا سکتا ہے اور ایسے ایسے عجیب نشان دکھاتا ہے کہ بندہ وہاں تک پہنچ نہیں سکتا۔

اس آیت میں حضرت ابراہیم نے اللہ تعالیٰ سے نشان مانگا ہے جس کا ذکر ہے اور اس پر خدا تعالیٰ کا جواب یہ ہے جو ابھی پڑھا گیا۔ مفسرین اس کو ظاہری ایمان پر محمول کرتے ہیں اور بعض کی عجیب عجیب اس بارے میں تفسیریں ہیں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس کی تفسیر کی ہے۔ مَیں اس کا مختصر ذکر کرتا ہوں جو اس کی حقیقت پر روشنی ڈالتی ہے۔ اس میں حضرت ابراہیم نے یہ دعا کی کہ احیاء موتی کا کام جو میرے سپرد ہے وہ کس طرح ہو گا؟ مُردوں کو یعنی روحانی مردوں کو زندہ کرنے کا کام جو میرے سپرد ہے وہ کس طرح ہو گا؟ تو اے اللہ! تُو ہی مجھے دکھا کہ قوم میں زندگی کس طرح پیدا ہو گی جبکہ مَیں بوڑھا ہوں اور کام بھی بے انتہا اہم ہے۔ یہ کس طرح پورا ہو گا؟ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ چار پرندے لے کر ان کو سدھا، انہیں پہاڑوں پر رکھ دے وہ تیری طرف آئیں گے۔ تو اس کی تشریح میں فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اپنی اولاد کی تربیت کر۔ وہ تیری آواز پر لبیک کہتے ہوئے احیاء دین کے کام کی تکمیل کریں گے اور یہ روحانی پرندے حضرت اسماعیل، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب اور حضرت یوسف ہیں، ان میں سے دو کی حضرت ابراہیم نے براہ راست تربیت کی اور دو کی بالواسطہ۔ پہاڑ پر رکھنے سے مراد یہ ہے کہ اس کے رفیع الشان، رفیع الدرجات ہونے کی طرف اشارہ ہے۔ اور چار پرندوں کو علیحدہ علیحدہ پہاڑ پر رکھنے سے یہ بھی مراد ہے کہ احیاء دین چار مختلف وقتوں میں ہو گا۔ ایک تو پہلے زمانے میں ہوا۔ پھر کیونکہ حضرت ابراہیم نے دعا بھی کی تھی کہ مَیں اپنی اولاد کے بارے میں بھی یہ نشان دیکھنا چاہتا ہوں یعنی بعد میں آنے والوں میں بھی یہ نشان ظاہر ہو کہ وہ احیاء موتی کرنے والے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہاری قوم چار مرتبہ مُردہ ہو گی اور ہم چار مرتبہ زندہ کریں گے۔ چنانچہ حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں پہلے یہ آواز بلند ہوئی جو حضرت ابراہیمؑ کی آواز تھی۔ پھر حضرت عیسیٰ کے ذریعہ سے آواز بلند ہوئی۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے آواز بلند ہوئی اور اب اس زمانہ میں چوتھی مرتبہ وہ آواز بلند ہوئی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے بلند ہوئی۔

پس پہلا پرندہ موسوی امت تھی، دوسرا پرندہ عیسوی امت تھی اور تیسرا پرندہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت تھی جن پر آپؐ کا جلالی ظہور ہوا اور چوتھا پرندہ جمالی ظہور کی مظہر جماعت احمدیہ ہے جن کے ذریعہ سے حضرت ابراہیم کے قلب کو راحت پہنچی اور نزدیک اور دُور کی اولاد کے زندہ ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ نے نظارے دکھائے اور یہی خدا تعالیٰ کے عَزِیْز اور حَکِیْم ہونے کا اظہار ہے اور یہ زندہ ہونا اب ہم پر بحیثیت احمدی ایک ذمہ داری بھی ڈالتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق جو احیاء موتی اس زمانے میں ہونا تھا اس نے دائمی رہنا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی پُر حکمت تعلیم جو تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے اس سے چمٹے رہنا ضروری ہے تا کہ ہر فرد جماعت احیاء موتیٰ کا نظارہ دکھانے والا بھی ہو اور دیکھنے والا بھی ہو۔ پس جب تک ہم تقویٰ پر قائم رہیں گے یہ نظارے ان شاء اللہ دیکھتے رہیں گے۔“

(خطبہ جمعہ 7/ دسمبر 2007ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(کمپوزڈ: تمثیل احمد)

✡✡✡✡